سائبر اسپیس اور اسلامی طرز زندگی

سیدہ ہما مہدی جعفری[1]

دریافت: ۲۰۱۷/۰۷/۱۷ انتخاب: ۲۰۱۷/۰۸/۰۹

خلاصہ

انٹرنیٹ، سائبر اسپیس اور اس سے مربوط ٹیکنالوجیز کا استعمال اپنے معاشرے کی تہذیبی شناخت اور مقدمہ سازی کے بغیر ممکن نہیں اور اس کے بغیر اقدار، اعتقادات ومذہبی رجحانات کی ترویج اور دوسرے الفاظ میں ہمیں "اسلامی طرزِ زندگی" کی نئی نسل کو انتقال کے عمل میں واضح مشکلات اور چیلنجز درپیش ہیں۔

اس ٹیکنالوجی نے ہمارے لئے بہت سے نئے افق روشن کئے ہیں جس کی بدولت اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، لیکن ایک حقیقی زندگی کے ساتھ ایک نئی اور مجازی زندگی نے جنم لیا ہے جسکے اثرات معاشرے پر بتدریج رونما ہورہے ہیں۔اس تحقیق میں انٹرنیٹ اور سائبر اسپیس کے نوجوان نسل پہ ہونے والے اثرات کا جائزہ لیا جائے گا جن کی وجہ سے اسلامی معاشرے میں رائج طرزِ زندگی کو اہم خطرہ درپیش ہے۔

بنیادی الفاظ: سائبر اسپیس، اسلامی طرز زندگی، اسلامی معاشرے

مقدمہ

عصر حاضر کو بہت سے لوگوں نے انفرمیشن ٹیکنالوجی کے انقلاب کا زمانہ قرار دیا ہے اجتماعی ارتباط کے وسائل معاشروں پر پرامن تسلط کے لیے کارآمد ترین ہتھیار اور افکار و نظریات کی ترویج کے پیچیدہ ترین ہتھکنڈے ہیں۔ حالیہ چند عشروں کے دوران ترقی و پیشرفت کی حیرت انگیز رفتار اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ترقی کے پیش نظر دنیا میں ان وسائل اور آلات کی پیچیدگی اور ان کے کارآمد ہونے میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔

۱- شیعہ شناسی بیچلر کورس، دانشکدہ ہدی جامعۃ الزہراء علیہا السلام ، h.jaffri72@gmail.com

عصر حاضر میں انسانی معاشرے کے پھلاو نے انسانوں کے اجتماعی تعلقات کے میدان میں ذرائع ابلاغ عامہ اور میڈیا کے وجود کو ایک نا گزیر امر بنادیا ہے۔ ماضی میں انسانوں کا ایک دوسرے سے آمنے سامنے ربطہ ہوتا تھا کہا جا سکتا ہے کہ انسانی معاشرے روزانہ کی صورت میں ایک دوسرے کے ساتھ رابطے میں ہیں اور یہی قریبی رابطے عالمی سطح پر نئی زندگی کے انداز اور طور طریقے تیزی کے ساتھ تبدیل ہونے کا باعث بنے ہیں۔

اس وقت رابطوں میں تیزی اور ترقی سے معاشروں پر بہت سے اثرات مرتب ہوئے ہیں اور ان میں تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں اور میڈیا نے جن میں ٹی وی چینل، سیٹلائٹ حتی انٹرنیٹ بھی شامل ہے، معاشرے میں وہ مقام حاصل کرلیا ہے کہ جس کا اس سے پہلے کسی نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔

ذرائع ابلاغ موجودہ حالات میں معاشرے کے عام لوگوں اور ان کے طرز زندگی پر گہرا اثر ڈال رہے ہیں اور اس میں زیادہ کردار ٹی وی چینلوں اور سائبر ذرائع ابلاغ کا ہے۔ اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت ان کو استعمال کرتی ہے کہ جو ان کی حساسیت کو بڑھا دیتی ہے اور ان زیادہ کار آمد بنادیتی ہے۔ اس قسم کے ذرائع ابلاغ نے گزشتہ چند دہائیوں کے دوران بہت سے ناظرین کو اپنی طرف کھینچا ہے جس کے نتیجے میں طرز زندگی کا مسئلہ بھی چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس سی جڑ گیا ہے۔ اس لیے عصر حاضر کے بہت سے دانشوروں کا کہنا ہے کہ اجتماعی رابطے کے وسائل حتی نظریہ اور سوچ کو بنانے میں بھی اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

ذرائع ابلاغ وسیع اور مختلف قسم کے اثرات کے حاصل ہیں جن میں نفسیاتی سیاسی اقتصادی اور ثقافتی اثرات شامل ہیں اس کے علاوہ یہ عقائد، اقدار، سلیقوں اور کلی طور پر طرز زندگی کو بدلنے میں بھی اہم کردار کے حامل ہیں۔ آج ذرائع ابلاغ نے ثقافتی طاقت کے اثر و رسوخ کو بے حد تیزی اور تنوع بخشا ہے۔ ثقافتی طاقت، دوسروں کے جاذب نظر زندگی کے طور طریقوں کو بنانے اور ان کو معانی کے لیے افراد یا گروہوں کی طاقت و توانائی ہے۔

برطانیہ کے مشہور ماہر سماجیات انتھونی گیڈ نز اسی سلسلے میں لکھتے ہیں کہ ٹیلی ویژن کی ایجاد نے انسانوں کی روزمرہ کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں کیونکہ بہت سے لوگ ٹی وی پروگراموں سے متاثر ہو کر اپنا طرز زندگی اسی طرح کا بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عصر حاضر کا میڈیا معاشرے اور لوگوں کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کر رہا ہے۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مخاطب کس طرح راضی ہوتا ہے کہ ذرائع ابلاغ اور میڈیا اس کے لیے کسی چیز کا انتخاب کرے؟

ماہرین سماجیات میڈیا کو معاشرے کی ضروریات کو پورا کرنے والا قرار دیتے ہیں۔ اس لیے معاشرے کا ایک فرد میڈیا کو اپنے دوست اور مشیر کے طور پر منتخب کرتا ہے اور خود اس سے باعث کیے بغیر اس کی باتیں سنتا ہے۔ البتہ بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ افراد ٹی وی پروگرام دو مقصد کے تحت دیکھتے ہیں ایک وہ لوگ ہیں جو اپنی پسند کے پرورگرام دیکھتے ہیں اور اگر ان کی پسند اور مقصد کا کوئی پروگرام نہ ہو تو وہ ٹی وی نہیں دیکھتے اور دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو بغیر کسی مقصد کے ٹی وی پروگرام دیکھتے ہیں۔ پہلی قسم کو لوگ ٹی وی پروگراموں سے زیادہ اثر نہیں لیتے ہیں لیکن دوسری قسم کے افراد پر ٹی وی پروگرام زیادہ اثرات مرتب کرتے ہیں اور وہ ٹی وی دیکھنے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اسی وجہ سے ان کے طرز زندگی پر ٹی وی پروگراموں کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ تو بہتر ہے کہ ہم طرز زندگی کی بھی کوئی تعریف کریں۔

طرز زندگی، اقدار، رفتار و کردار اور مجموعی طور پر انسان کی عادت کے مجموعے کا نام ہے جس میں اس کی زندگی سے تعلیق رکھنے والی تمام جیزیں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ایک معاشرہ بھی ایک خاص طرز زندگی احامل ہوتا ہے۔ طرز زندگی میں انفرادی اور اجتماعی دنوں طرح کے طرز زندگی شامل ہیں۔

اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ خود آزادانہ طریقے سے طرز زندگی کا انتخاب کرنا چاہیے اور یہ ان کے قانونی حقوق اور اختیارات میں شامل ہے۔ لیکن کیا آج کی دنیا میں ایسا ہوتا ہے۔

میڈیا سے وابستہ اکثر افراد کا یہ کہنا ہے کہ لوگ خود اپنے طرز زندگی کا انتخاب کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ مسلسل اپنے ناظرین کی رائے معلوم کرتے رہتے ہیں اور وہ ان کی رائے اور خیال کا احترام کرتے ہیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ان کے پروگرام ناظرین کی رائے کے مطابق تیار کیے جاتے ہیں لیکن اسی سلسلے میں بعض بنیادی سوالات ذہن میں آتے ہیں اور تمام چزیں اتنی سادگی سے انجام نہیں پاتی ہیں۔

میڈیا کے شعبے کے ماہرین اس سلسلے میں خبر پہنچانے میں میڈیا کے بعض طریقوں کا ذکر کرتے ہوئے عوام کی سوچ پر میڈیا کے اثرات سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ ایک روش خبر کے گیٹ کیپر کے نم سے ہے کہ جس کے تحت انتخاب کا حق میڈیا کو دیا جاتا ہے یعنی یہ کہ میڈیا سب باتیں نہیں کہتا ہے بلکہ وہ مسائل بیان اور نشر کرتا ہے جو اس کی اسٹریٹجی سے مطابقت رکھتے ہیں۔

میڈیا کی ایک اور روش ایجنڈا اسٹینگ ہے کہ جس کس تحت میڈیا تمام خبروں اور مطالب میں سے بعض مسائل کو نمایاں طور پر بیان کرتے ہیں جبکہ ممکن ہے کہ وہ حقیقت میں اتنے اہم نہ ہون جتنا میڈیا ان کو اہم بنا رہا ہے۔

لیکن ان دو روشوں سے اہم تیسری روش ہے جسے فریمنگ یا خبر کو ایک خاص رنگ دینا کہتے ہیں اس روش میں میڈیا ناظرین کے لیے ایک خاص فریم تیار کرتا ہے اور تمام مسائل اسی فریم کے تحت بیان کیے جاتے ہیں اور ان کی تشریح کی جاتی ہے۔ اس طرح ایک عرصے کے پروپیگنڈے کے بعد ناظرین میڈیا کے ساتھ ہم فکر ہو جاتے ہیں اور اسی فریم کے تحت دنیا کو دیکھتے ہیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ میڈیا کسی حد تک افراد کے فکری اور نظری نظام کی تشکیل میں موثر کردار کا حامل ہے۔ اور یہ فکری نظام ہی ہے کہ جو طرز زندگی کی بنیادوں کو واضح کرتا ہے۔ دوسری جانب میڈیا خاص طور پر الیکٹرانک مسلسل طرز زندگی کی تعلیم دے رہا ہے۔ یہ کہ لوگ کس طرح اپنے فارغ اوقات بسر کریں، ان کا گھر کس طرح کا ہونا چاہئے۔ انہیں کہاں دوسروں سے بات چیت کے لئے ملاقات کرنی چاہئے اور سفر کے لیے کہاں جانا چاہئے اور کس کے ساتھ جانا چاہیے۔

سائنس کی بنیادوں کو واضح کرتا ہے۔ دوسری جانب میڈیا خاص طور پر الیکٹرانک میڈیا طرز زندگی کی تعلیم دے رہا ہے۔ یہ کہ لوگ کس طرح اپنے فارغ اوقات بسر کریں، ان کا گھر کس طرح کا ہونا چاہئے۔ انہیں کہاں دوسروں سے بات چیت کے لیے ملاقات کرنی چاہیے اور سفر کے لیے کہاں جانا چاہئے اور کس کے ساتھ جانا چاہیے۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی میں بھی تبدیلیاں آتی جارہی ہیں۔ اس نے صرف انسانی طرز زندگی کو ہی تبدیل نہیں بلکہ انسانی سوچ، فکر اور اقدار پر بھی گہرے اثرات ڈالے ہیں جس نے انسانی معاشروں کی شکل کو ہی تبدیل کرکے رکھ دیا ہے۔ اخبارات و رسائل اور برقی میڈیا کی ذریعے اگر انسان کو ابلاغ عام (بڑے پیمانے پر پیغام کرتا ہے، اس کے خیالات اور افکار سے آگاہ ہوتا ہے اور اس سے تعلقات استوار کرنا ہے تو پردے کے پیچھے سے۔

دونوں کے درمیان میلوں کا فاصلہ ہوتا ہے۔ وہ اس کی حقیقی کیفیات اور معاملات سے آگاہ نہیں ہوتا۔ اس کے بارے میں وہی کچھ جان پاا ہے جو اس پردے کے پیچھے سے نظر آتا ہے۔ اس لیے انٹرنیٹ کی دنیا میں مجازی معاشرے[1] قائم ہیں جسے عرف عام میں سوشل میڈیا کا نام دیا جاتا ہے۔ سوشل میڈیا میں سماجی رابطے کی ویب سائٹس اور ایپلی کیشنز جیسے فیس بک، ٹویٹر، گوگل پلس، واٹس ایپ، مائی سپیس، انسٹا گرام اور بلاگز وغیرہ شامل ہیں۔

---

1. Virtual Societies

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے صارفین کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ نہ صرف ترقی یافتہ ممالک بلکہ ترقی پذیر ممالک میں بھی ان کے صافین کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ پاکستان میں سوشل میڈیا کو باقاعدگی سے استعمال کرنے والوں کی تعداد ۲ کروڑ سے زائد ہے۔ اس میں اکثریت نوجواں کی ہے۔ اس کی علاوہ سیاست، سماج، حالات، ٹیکنالوجی اور لوگوں کے مزاج کے بارے میں بھی معلومات ملتی ہیں۔ نوجوانوں کے اس سے وابستہ ہونے کی وجہ ان کے پاس فارغ وقت کا میسر ہونا ہے۔ سکول، کالج اور یونیورسٹی کے طالبا کے پاس فارغ وقت بہت ہوتا ہے یا وہ نکال لیتے ہیں اور وہ اس کو سوشل میڈیا پر صرف کرتے ہیں وہ اس وقت کو دوستوں کے سات گپ شپ، تصاویر اور ویڈیوز پوسٹ کرنے اور کمنٹس کرنے میں گزارتے ہیں۔

جب بھی کوئی نئی ایجاد انسانی زندگی میں قدم رکھتی ہے تو وہ نئے چیلنجز لے کر آتی ہے۔ اس کے مثبت اور منفی دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ کسی انسان کی کامیابی یہ ہے کہ وہ کیسے منفی پہلو سے بچ کر اس کے مفید پہلوئوں سے استفادہ کرتا ہے۔ اس حوالے سے نوجوانوں کی بہت زیادہ رہنمائی کی ضرورت ہے کہ وہ کیسے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کو مفید انداز میں استعمال کرکے ملک و قوم کا بیش قیمت اثاثہ بن سکتے ہیں۔ ہمارا موضوع سوشل میڈیا کے یہی وہ پہلو ہیں جن کے حوالے سے اس کے صارفین کو احتیاط کی ضرورت ہے۔ نوجوان کسی بھی قوم کا بیش قیمت سرمایہ ہوتے ہیں۔

کسی قوم کے مستقبل کا انحصار نوجوانوں کی صلاحیتوں اور ان کی پرورش[1] پر ہوتا ہے۔ اس عمر میں ایک شخص جس انداز سے اپنی صلاحتیوں کو نکھارنے اور ان کو بروئے کار لا کر معاشرے میں مثبت رجحانات کے فروغ اور انسانیت کی فلاح کا سامان کر سکتا ہے۔ وہ دوسروں کے بس کی بات نہیں ۔۔ دوسری اہم بات یہ کہ ہمارے معاشرے میں معاش کو بوجھ بھی نوجوانوں پر نہیں ہوتا ۔۔ والدین ان کی تمام ضروریات پوری کرتے ہیں۔

---

1. Grooming

جبکہ نوجوانوں کی اکثریت تعلیم کے علاوہ دیگر مصروفیات سے بالعموم آزاد ہوتی ہے۔ یوں وہ وقت اور صلاحتیوں کا بیش قیمت سرمایہ رکھتے ہیں کو بہتر طور پر استعمال کیا جانا چاہئے۔ ایک نوجوان کو ان تمام عوامل کا علم ہونا چاہیے جو اس کی صلاحتیوں کو زنگ آلود کر سکتے ہیں اور اس کے وقت کو دیمک کی سر چاٹ سکتے ہیں۔ سوشل میڈیا کے فوائد کی بات کی جائے تو یہ رابطے کا موثر ذریعہ ہے۔علاوہ ازین بہت سی تعلیمی، کاروباری، دینی سہولیات بھی اس پر میسر ہیں۔

تعلیمی رہنمائی کے لیے مختلف ادارے یہاں طلبا کی تربیت کے لیے مواد رکھتے ہیں۔ اسی طرح دینی رہنمائی کے لیے بھی جید علماء اور ادارے سوشل میڈیا کے ذریعے لوگوں کو رہنمائی دے رہے ہیں۔ اس کر علاوہ کیریئر، مینجمنٹ، سیاست اور دیگر مسائل کے حوالے سے بھی رہنمائی مل سکتی ہے۔ مگر ان تمام فوائد کے ساتھ اس کے منفی پہلوئوں کا بھی ادارک ضروری ہے۔ عموما دیکھا گیا ہے کہ کچھ نوجوان سوشل میڈیا میں دنیا و مافیا سے بے خبر ہو کر سراغ زندگی پانے کی جستجو میں غرق نظر آتے ہیں۔ ایسے نوجوان سوشل میڈیا کے استعمال میں انتہائی "نان سوشل" ہوتے ہیں۔

موجود لوگ بات کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں، ان سے تعلقات قائم رکھنا، ان کے مسائل کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے مگر اس کے بر عکس رابطے میلوں دور موجود لوگوں سے جاری ہوتے ہیں۔ در حقیقت یہ انسان کو انسانوں سے جوڑتا نہیں بلکہ ان سے توڑنا اور ایک بے حس و حرکت "ڈیوائس" سے جوڑ دیتا ہے۔ سوشل میڈیا پر آنے والا فرد ہر کام میں کلی طور پر آزاد ہوتا ہے، پرائیویسی اور پاس ورڈ کے نام سے وہ دوسروں کی "مداخلت" سے آزاد ہوتا ہے۔ حالانکہ ایک نوجوانوں کی پرورش، تربیت اور نگہداشت میں اس کے والدین، بہن بہائیوں اور دوستوں کا بہت اہم کردار ہوتا ہے۔

اچھائی برائی کی تمیز میں واہ ایسے لوگوں کا مرہون منت ہوتا ہے جو اخلاص سے اس کی رہنمائی کر سکیں، مگر سوشل میڈیا کی دنیا میں کھونے والا نوجوان اس سے محروم ہوتا ہے۔

کیونکہ وہ جس سے چاہے تعلقات جوڑلے اور جس کو چاہے اپنی فہرست سے نکال کر "بلاک" کردے۔ وہ جس کو چاہے رد کردے اور جس سے چاہے متاثر ہو جائے۔ سوشل میڈیا کا آغاز چونکہ مغرب کی سائنسی ترقی کا نتیجہ ہے تو اس کی تمام ترتیب وہی ہے جو تہذیب مغرب کی عکاس اور اس کی پاسدار ہے۔ ایسا معاشرہ جس میں مرد و زن کی وہ فطری تفریق موجود نہیں جو خالق کائنات نے قائم کی ہے۔

جو فرائض کے احساس کی بجائے حقوق سے مطالبے اور حصول پر زور دیتا ہے۔ جو مذہب کو معاشرت سے نکال کر انفرادی آزادیوں کے نعروں پر کھڑی ہے اور اجتماعیت سے الہامی اخلاقیات کو رد کرکے اس کو عقل کے تابع کرتی ہے۔ لہٰذا سوشل میڈیا میں بھی مرد و زن کا اختلاط عام ہے۔ یہ باہم رابطے کے وہ تمام مواقع فراہم کرتا ہے جس کی زد میں نوجوانون اپنی دنیا و آخرت کی تباہی کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ سوشل میڈیا کا حد سے زیادہ استعمال بہت سے مسائل پیا کرتا ہے۔ مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ اس دنیا میں گم رہنے والا نوجوان حقیقی زندگی سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کے مزاج میں چڑچڑا پن اور غصہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ ایک بچے/نوجوان کی نشو و نما کے لیے فطری زندگی سے وابستہ رہنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اگر سوشل میڈیا ہی "تربیت کا مرکز" بن جائے تو کسی فرد کی متوازن ذہنی نشو نما نہیں ہو سکتی۔

علاوہ ازیں وقت کے ضیاع کی صورت میں طلبا کی تعلیم کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ بہت سی رپورٹیں اور سروے اس حوالے سے کیے جا چکے ہیں کو سوشل میڈیا کے زیادہ استعمال کی وجہ سے بچوں اور نوجوانوں کی تعلیمی کارکردگی پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان میں مطالعہ کی عادت کمزور پڑ جاتی ہے اور وہ مختصر اور خوشنما چیزوں پر ہی قناعت کرتے ہیں۔ انسان کی توجہ[1] پر اس سے گہرا اثر پڑتا ہے، جب ایک پوسٹ سے دوسری پوسٹ او پھر تیسری پوسٹ اور یوں سلسلہ آگے بڑھتا ہے، تو اس کی کسی مسئلے پر توجہ دینے کی صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں۔

---

1. Focus

کتابیں کسی بھی موضوع پر ہوں، طلبا کی علمی صلاحیتوں کا نکھارنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، مگر ان کے مطالعے کا ذوق کم ہوتا جا رہا ہے اور نوجوانوں میں علمی جستجو کم پڑتی جا رہی ہے۔ کسی بھی موضوع چاہے وہ دین ہو، اخلاقیات ہوں یا زندگی کا کوئی اور پہلو کو جاننے کے لیے گہرے مطالعے کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ کتابوں کی صورت میں ہی میسر ہوتی ہے۔ جبکہ سوشل میڈیا پر دیکھا گیا کہ ہر شخص دین، سیاست اور حساس معاملات پر "اتھارٹی" بن کر فتوے جاری کر رہا ہوتا ہے، جو صریحا نقصان دہ ہے۔

تلاوت، عبادات، افکار، حقوق العباد کے ساتھ ساتھ پروپیگنڈے کا بھی بہت بڑا ہتھیار ہے۔ آج کل جنگیں بھی اس کے ذریعے لڑی جا رہی ہیں۔ چوتھی نسل کی جنگ اور پانچویں نسل کی جنگ میں سوشل میڈیا بھی بہت اہم کردار رکھتا ہے۔ اس کی مثال عرب ممالک میں ہونے والی بغاوتیں، تیونس کا "یاسمین انقلاب"، لیبیا میں انتشار و افتراق... ان تمام تحریکوں نے سوشل میڈیا کے ذریعے ہی بڑے پیمانے پر عوام میں رسائی حاصل کی اور حکومتوں کے تختے الٹے۔

اسی طرح عراق اور شام سے اٹھنے والی تنظیم داعش کی مثال ہے، جس نے ان ممالک میں مسلمانوں کا بہت زیادہ قتل کیا اور اب بھی کر رہی ہے۔ سوشل میڈیا داعش کے پروپیگنڈے اور بھرتی کا بالخصوص مغربی ممالک میں، ایک بڑا مرکز بن چکا ہے۔ آج کل اپنے مقاصد کے حصول اور نظریات کے پرچار کے لیے سوشل میڈیا پر خوب پروپیگنڈا جاری ہے۔

مغربی ممالک میں اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے اور اسلاموفوبیا کی جو کیفیت پیدا کی گئی ہے، اس میں روایتی میڈیا کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا کو بھی بھرپور استعمال کیا جا رہا ہے۔ ایک ویڈیو یا تصویر وائرل ہو کر پوری دنیا میں تحرک پیدا کر دیتی ہے اور اگلے دن اخبارات کی سرخی بن جاتی ہے۔ مختلف لابیوں نے نوجوانوں کو اسلام سے بیزار کرنے کا کام یہاں جاری رکھا ہوا ہے۔

سیکولرازم، لبرل ازم، جمہوریت اور آزادی کے نام پر اسلامی اقدار اور شعائر سے دور کیا جارہا ہے۔ تاہم سوشل میڈیا ایک کھلا میدان ہے جس میں ہر قوت اپنے مفادات کی جنگ لڑرہی ہے۔ کشمیر، فلسطین کی آزادی کی تحریکوں اور بہار عرب میں سوشل میڈیا کا کردار اہم رہا ہے، جس سے پریشان ہو کر بھارتی فوج بار بار کشمیر میں انٹرنیٹ کو بند کر دیتی ہے۔ سوشل میڈیا کے ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے کے سائبر آفیسرز لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے وقت اور صلاحیتوں کو اسلام، اور امت مسلمہ کے لیے کارآمد بنائیں۔

اس حوالے سے اختصار کے ساتھ چند تجاویز دی جارہی ہیں:

یہ بات طے کریں کہ آپ سوشل سائٹس کو کیوں استعمال کرر ہے ہیں او اس کے لیے کتنا وقت درکار ہے؟

سوشل میڈیا کے استعمال کا شیڈول ترتیب دیں اور صرف اپنے مفید مقاصد اور ضروریات کی حدتک اسے وقت دیں۔

تمام غیر ضروری ایپلیکیشنز کو ختم کردیں۔ غیر ضروری اور وقت ضائع کرنے والے صفحات، گروپس اور افراد کو "ان فالو" کردیں۔

اپنے موبائل پر سوشل میڈیا پر آنے والی اپ ڈیٹس کو دیکھنے کے اوقات متعین کریں۔ مثلا دن میں ۴ بار اور ہر دفعہ ۵ سے ۱۰ منٹ۔ مختلف ایپس پر آنے والے پیغامات پر ہونے والی بیل کو خاموش رکھیں۔

رابطے کے لیے جس قدر ممکن ہو، فون کال اور [1] کا استعمال کریں۔

دن/ہفتہ میں مستحب عبادات مثلا تلاوت، دعاؤں، نوافل وغیرہ، نصابی کتب مطالعہ اور گھر والوں، عزیز و اقارب اور دوستوں سے رابطہ کا شیڈول بنائیں اور ان کے ساتھ وقت گزاریں۔

---

1. SMS

ورزش یا کسی کھیل کے لیے قریبی پارک کا رخ کریں اور اس میں باقاعدگی اختیار کریں۔
اگر آپ کا کام کمپیوٹر سے متعلقہ ہے تو اس کے حوالے سے بھی پلاننگ کریں اور کام کے اوقات میں سوشل میڈیا کو بند رکھیں
اگر آپ سوشل میڈیا کا رکن ہیں تو پھر اس حوالے سے بھی اپنے وقت کو ترتیب اور شیڈول کے مطاق اس کو سرانجام دیں
سوشل میڈیا فرقہ واریت کے فروغ، لسانیت و عصبیت کے نعروں اور تفرقات کے فروغ کی بجائے اسلامی و ملی یکجہتی کا پیغام عام کریں۔
دوسروں کو اپنی بات کا قائل کرنے کے لیے انتہائی حکمت اور بصیرت سے کام لیں۔

نتیجہ

ماہرین کا کہنا ہے کہ انٹرنیٹ پر لوگوں کے ساتھ رابطے انسانی صحت کیلئے مضر ہیں۔ انٹرنیٹ کی دوستیاں تنہائی بڑھاتی ہیں۔ اگرچہ آج کل انٹرنیٹ پر دوستی کرنے والی ویب سائٹس میں سب سے زیادہ اضافہ ہوا ہے خاص طور پر نوجوان یہ سائٹس بہت پسند کرتے ہیں۔ ڈاکٹر ایرک سیگمن کہتے ہیں کہ الکیٹرانک میڈیا کی وجہ سے ۱۹۸۷، سے لے کر اب تک ذاتی ملاقاتوں کی شرح گرتی جارہی ہے۔ انہوں نے اس تحقیق میں یہ بھی بتایا ہے کہ ذاتی ملاقات انسانی جسم پر مثبت اثرات ڈالتی ہے ایمیل پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتے۔ سوشل نیٹ ورکنگ لوگوں خاص کر نوجواں میں ایک غلط طرح کے رابطے یا رشتے کا احساس پیدا کرتی ہے۔ اجنبیوں سے دوستی نئے گل کھلاتی ہے جو خاندانوں پر آفت بن کر ٹوٹ رہی ہے۔ طلاق کا رجحان بڑھ رہا ہے خاندان کی اکائی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ مصر میں اس رجحان کو بنیاد بنا کر چند علماء نے ان ویب سائٹس کو حرام قرار دے دیا ہے۔

یہ درست ہے کہ سائبر اسپیس اور الیکٹرانک میڈیا کے ساتھ حد سے زیادہ وقت گزارنے کے سبب ہمارے معاشرتی رویئے تبدیل ہورہے ہیں۔ اس تبدیلی کی ایک قیمت وہ ہے جو ان کو استعمال کرنے والے ادا کررہے ہیں اور کریں گے، اور ایک قیمت وہ ہے جو ان کی آنے والی نسلیں ادا کریں گی۔ یہ بات صحیح ہے کہ سائبر اسپیس آج کی ضرورت ہے لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا استعمال ایک حد تک رکھا جائے، غیر صحتمندانہ اور نقصان دہ سرگرمیوں کو مانیٹر کرنا حکومتوں کی ذمہ داری ہے۔ چین، ایرن اور دیگر ممالک کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں اس حوالے سے سخت قوانین موجود ہیں، ساتھ ویب سائٹس کو فلٹر بھی کیا جاتا ہے۔ یہ قوانین تمام کمرشل ویب سائٹس بلکہ سائنسی ویب سائٹس کو بھی پابند بناتے ہیں کہ وہ کم عمر نوجوانوں اور بچوں سے ایسی تمام اشیاء اور معلومات سے دور رکھیں جو ان کے لئے کسی بھی لحاظ سے نقصان دہ ہوں۔

حکومت کے ساتھ ساتھ والدین سمیت معاشرے کے ہر فرد کو اس کیلئے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا تا کہ اقدار، تہذیب اور اخلاقیات کی حفاظت ہوسکے۔ معاشرے میں شعور بیدار کرنا ہوگا، انفرادی اور اجتماعی سطح پر جد و جہد کرنی ہوگی۔ اسکے لئے عالمی سطح پر تمام اسلامی ممالک، تنظیموں اور اداروں کو «تھنک ٹینک» بنانے چاہئیں جو پورے وژن سے مؤثر حکمت عملی تربیت دیں۔ میڈیا کانفرنسیں بین الاقوامی سطح پہ مستقل بنیادوں پر منعقد کی جائیں تا کہ وقت کے چیلنجز کا مقابلہ کیا جاسکے۔ جدید ٹیکنالوجی کو دنیا میں اسلام کی حقیقی تصویر اور اسلامی طرز زندگی کے فروغ کیلئے استعمال کیا جائے۔

مکمل آمادگی کے ساتھ اسلامی پروڈکشنز ہاؤس بنائے جائیں جس کی ایک بہترین مثال ایرانی صدا و سیما (براڈکاسٹنگ) ادارہ ہے۔ اسکے تجربے سے استفادہ کرکے پوری دنیا میں اسلامی الیکٹرانک میڈیا کا سلسلہ شروع کیا جائے جو معاشرے کی اخلاقی اور تہذیبی بنیادوں پہ تربیت کرے۔ مشترکہ ٹی وی پروگرام تیار کئے جائیں جن میں اسلامی ممالک کے تہذیبی و اخلاقی مشترکات کی واضح طور پہ عکاسی کی جائے۔ اسلامک میڈیا انسٹیٹیوت کے ذریعے پروڈیوسرز،

اسکرپٹ رائٹرز، کیمرہ مین، ٹیکنیشن اور سائبر اسپیس افسروں کی کھیپ تیار کی جائے جو مکمل اسلامی شعور و ادارک کے ساتھ ابلاغ کی دنیا میں اسلامی انقلاب کی بنیاد رکھ سکے۔

مآخذ

۱- جماعت و و من ڈاٹ اور آر جی۔

۲- روز نامہ اساس۔

۳- روز نامہ نوائے وقت۔

پژوهشگاه علوم انسانی و مطالعات فرهنگی
پرتال جامع علوم انسانی